بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ شعبان کے فضائل

جمع وترتیب

محمد عبید اللہ خان قاسمی

بزم خطباء

شَعبان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ:

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (التوبہ: ۳۶)

ترجمہ: بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے، جو اللہ کے فیصلہ کے مطابق اسی دن سے ہے، جس دن کہ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا، ان میں سے چار مہینے خاص ادب کے ہیں، یہی درست حساب ہے، تو تم ان مہینوں کے سلسلہ میں اپنے آپ پر زیادتی نہ کرو، اور تمام مشرکین سے جنگ کرو، جیسا کہ وہ تم سبھوں سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

إنَّ الزَّمانَ قدِ استدارَ كهيئتِهِ يومَ خلقَ اللَّهُ السَّمواتِ والأرضَ، السَّنةُ اثنا عشرَ شهرًا، منها أربعَةٌ حُرُمٌ، ثلاثٌ متوالِياتٌ: ذو القِعدةِ، وذو الحجَّةِ، والمحرَّمُ، ورجَبُ مضرَ الَّذى بينَ جُمادى وشعبانَ۔

(بخاری: ۴۶۶۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے خطبے میں) فرمایا کہ دیکھو زمانہ پھر اپنی پہلی اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، تین تو لگا تار یعنی ذی قعدہ، ذی الحجۃ اور محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔

تمہید

اللہ رب العزت نے اس کائنات کو پیدا فرمایا، زمین و آسمان کو پیدا فرمایا، پھر اشرف المخلوقات انسان کو پیدا فرمایا، انسان کو پیدا فرمانے کے بعد اسے یوں ہی چھوڑ نہیں دیا، بلکہ انسان کی ضرورت کی ہر چیز پیدا فرمائی، ہر چیز کے خزانے انسان کو دیے، یہ زمین بہت قیمتی چیز ہے، اس زمین میں انسان کی ضرورت کے سارے خزانے ہیں، غلہ یہیں سے نکل رہا ہے، پانی یہیں سے نکل رہا ہے، کھانے کا خزانہ یہیں سے نکل رہا ہے، سونے چاندی کا خزانہ یہیں سے نکل رہا ہے، ساری دھاتوں کا خزانہ یہیں سے نکل رہا ہے، پٹرول ڈیزل کا خزانہ یہیں سے نکل رہا ہے، یہاں تک کہ اس میں موت وحیات کا بھی خزانہ ہے، اسی سے انسان پیدا ہوتا ہے، اور اسی میں مر کھپ جاتا ہے، بہر حال فطری طور پر انسان کو جس چیز کی ضرورت ہوسکتی تھی وہ سب عطا فرمائی۔

جن چیزوں کی فطری طور پر انسان کو ضرورت ہوتی ہے ان میں سے ایک وقت کا حساب ہے، کہ انسان وقت کا صحیح اندازہ لگا سکتے وقت پتہ کر سکے، انسان کی حالت ایک جیسی نہیں ہوتی، بدلتی رہتی ہے، پہلے بچپنہ ہے پھر کچھ بڑا ہوا، پھر جوانی، پھر ادھیڑ عمر، پھر بڑھاپا، پھر ایک وقت وہ آیا کہ وہ انسان دنیا سے چلا گیا، اور انسان کا تعلق صرف اپنی زندگی سے ہی نہیں ہوتا، بلکہ اپنے رشتہ داروں سے بھی ہوتا ہے والدین ہیں دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ، دینی اعتبار سے دیکھیں تو انبیاء اور رسولوں سے ہوتا ہے، اور یہ انبیاء اور رسول اس کے زمانے میں نہیں آئے، بلکہ پہلے گزر چکے ہیں، تو انسان کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ وہ پیدا کب ہوا، بچپنہ کب گزرا، کب وہ جوان ہوا، کب بوڑھا ہوا، اس کے والدین اور دادا، دادی، نانا، نانی کی حیات ووفات کا زمانہ کیا ہے، اس کے آباؤ اجداد کس زمانے کے تھے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق کس زمانے سے تھا، دیگر انبیاء اور رسول کب تشریف لائے تھے، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق وقت سے ہے، انسان کو جب وقت کا نظام پتہ ہوگا، تو وہ سمجھ پائے گا کہ آج ہم کس زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں، انبیاء اور رسولوں کا زمانہ کب تھا وغیرہ۔

اس کے لیے ضرورت پڑتی ہے کیلنڈر کی، جس کو عربی زبان میں تقویم کہا جاتا ہے، کیلنڈر اور تقویم بنیادی طور پر تین طرح چلتے ہیں، ایک وہ کیلنڈر ہے جس کا تعلق سورج سے ہے جسے شمسی کہا جاتا ہے، ایک وہ ہے جس کا تعلق چاند سے ہے جسے قمری کہا جاتا ہے، اور تیسرا کیلنڈر وہ ہے جس کا تعلق ستاروں سے ہے، اسے نجومی کہا جاتا ہے، سورج سے چلنے والے کیلنڈر بہت سے ہیں، لیکن مشہور عیسوی کیلنڈر ہے جو پوری دنیا میں مشہور ہے، اور اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے اس کا آغاز ہوا، نجومی کیلنڈر کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے، قمری کیلنڈر کو اسلامی اور ہجری کیلنڈر بھی کہا جاتا ہے۔

ہجری کیلنڈر کی اہمیت اور خصوصیات

یوں تو سورج بھی اللہ رب العزت کا ہے چاند اور ستارے بھی اللہ رب العزت کے ہیں، لیکن جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے

انھیں جو عبادات دی گئیں اور جو احکامات دیے گئے ان کا دارومدار قمری کیلنڈر پر رکھا گیا؛ کیوں کہ یہ فطری کیلنڈر ہے یہ اللہ رب العزت کی طرف سے متعین کیا گیا نظام ہے، باقی کیلنڈر انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں، اور انسانوں کی بنائی ہوئی چیز ضروری نہیں کہ وہ انسانی فطرت کے مطابق بھی ہو، اور انسانوں کی بنائی ہوئی چیز ہر زمانے کے لیے نہیں ہوتی، زمانے کے گزرنے کے ساتھ اس میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔

اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس چھپے ہوئے کیلنڈر نہ ہوں یا تاریخ معلوم کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو سورج کو دیکھ کر شمسی تاریخ کو نہیں معلوم کیا جا سکتا، جبکہ چاند کو دیکھ کر قمری تاریخ کا اندازہ بہت آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

اسلام میں ساری عبادات کی بنیاد قمری کیلنڈر رہی ہے، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی، عید الفطر، عید الاضحیٰ وغیرہ سب کا دارومدار قمری کیلنڈر رہی ہے، یہ اس کی اہمیت وفضیلت ہے، گزشتہ انبیاء کے دور میں بھی چاند سے چلنے والے کیلنڈر کا استعمال ہوتا تھا، لیکن اسے ہجری کیلنڈر نہیں کہا جاتا تھا قمری کیلنڈر کہا جاتا تھا، ہجری کیلنڈر اس امت میں کہا جانے لگا۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (التوبہ: ۳٦)

ترجمہ: بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے، جو اللہ کے فیصلہ کے مطابق اسی دن سے ہے، جس دن کہ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا، ان میں سے چار مہینے خاص ادب کے ہیں، یہی درست حساب ہے، تو تم ان مہینوں کے سلسلہ میں اپنے آپ پر زیادتی نہ کرو، اور تمام مشرکین سے جنگ کرو، جیسا کہ وہ تم سبھوں سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں زمانۂ جاہلیت میں مروج بعض ایسی باتوں کی اصلاح کی گئی ہے، جو درست نہیں تھیں اور جن کو لوگوں نے اپنے طور پر گھڑ لیا تھا، پہلی بات یہ ہے کہ ایک سال بارہ مہینوں ہی پر مشتمل ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عرب کے لوگ بارہ ماہ پندرہ دن کا سال مانتے تھے، اس طرح حج جیسی عبادت جسے مشرکین عرب بھی بڑے اہتمام سے انجام دیتے تھے، اپنے وقت سے ہٹ کر ادا کیا جاتا تھا، دوسرے: اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت سے ہی یہ بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب میں موجود ہے، کتاب سے مراد 'لوحِ محفوظ' ہے، کہ لوح محفوظ میں بارہ مہینوں کا سال پہلے سے مقرر شدہ ہے، یا یہ مطلب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی فطرت ہے، جو زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت سے جاری ہے؛ کیوں کہ بارہ مہینوں میں سورج کے گرد زمین کی گردش مکمل ہوتی ہے، تیسرے: ان بارہ مہینوں میں چار مہینے حرام یعنی حرمت والے ہیں، ان مہینوں میں عرب جنگ کرنے سے بچتے تھے، اسلام میں یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، ایک رائے یہ ہے کہ شریعتِ محمدی میں بھی ان مہینوں میں جنگ میں پہل کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر دشمن حملہ کریں تو دفاع ضرور کیا جائے، دوسری رائے ہے کہ یہ حکم ابتدائی دور میں تھا، اب یہ حکم باقی نہیں رہا، ان چار مہینوں سے مراد ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، جو جمادی الاخری اور شعبان

کے درمیان واقع ہے، اس کو "رجب مُضَر" بھی کہا جاتا تھا؛ کیوں کہ قبیلۂ مضر کے لوگ اسے رجب کہتے تھے، اپنے اوپر ظلم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے بچو؛ کیوں کہ گناہ کا ارتکاب اپنے آپ کے ساتھ ظلم کرنا ہے، گناہ کرنے کی ممانعت تو ہمیشہ ہی ہے؛ لیکن ان مہینوں کی اہمیت اور حرمت کی وجہ سے خاص طور پر ان میں گناہ کرنے سے منع فرمایا گیا، چوتھے: زمانہ جاہلیت میں عربوں کا ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ مہینوں میں اُلٹ پھیر کیا کرتے تھے؛ چوں کہ بعض قبائل لوٹ مار ہی سے اپنی معاشی ضروریات پوری کرتے تھے؛ اس لئے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم مسلسل تین مہینوں تک جنگ کی ممانعت ان کو گراں گزرتی تھی اور اپنی ضرورت کے لحاظ سے کبھی تو وہ محرم کو اپنی جگہ پر برقرار رکھتے اور کبھی صفر کو محرم بنادیتے اور محرم کو صفر، اسی عمل کو "نسيٴ" کہا جاتا تھا، جس کے اصل معنی زیادتی کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح کی حرکت ان کے کفریہ اعمال میں اضافہ کررہی ہے اور اس طرح اہل کفر کے پیشوا اپنے آپ کو گمراہ کررہے ہیں؛ کیوں کہ کسی مہینے کو حرام قرار دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کا حق ہے نہ کہ بندوں کا، پہلی بار اس طرح کا عمل کس نے شروع کیا؟ اس میں اختلاف ہے، بعض نے قَلَمَّس نامی شخص کا ذکر کیا ہے، جس کا تعلق بنوفُقَیم سے تھا، بعض نے اس کا موجد عُمر و بن لُحَیّ کو اور بعض نے بنوکنانہ کے نُعَیم بن ثَعْلِبَہ کو قرار دیا ہے، (تفسیر قرطبی: ۸/ ۱۳۲-۱۴۰) اس سے اہل علم نے یہ بات بھی اخذ کی ہے کہ احکام شرعیہ کے لئے وہی کلینڈر معتبر ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے وقت عرب میں مروج تھا، جو بارہ مہینوں پر مشتمل تھا اور جس کی بنیاد چاند پر تھی، شرعی احکام میں کسی اور کلینڈر کا شرعی اعتبار نہیں اگر چہ اس کا استعمال جائز ہے۔ (حوالہ سابق: ۸/ ۱۳۳)

اسلامی کیلنڈر دین اسلام کے محاسن اور اس کی خوبیوں میں سے ایک ہے، اگر تاریخی تناظر میں دیکھا جائے، تو یہ بات اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ دنیا کی تاریخ تخلیق جتنی قدیم ہے، اتنی ہی اسلامی تقویم کی تاریخ بھی پرانی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:

إنَّ الزَّمانَ قدِ استدارَ كهيئتِهِ يومَ خلقَ اللَّهُ السَّمواتِ والأرضَ، السَّنةُ اثنا عشرَ شهرًا، منها أربعةٌ حُرُمٌ، ثلاثٌ متواليِاتٌ: ذو القِعدةِ ، وذو الحجَّةِ، والمحرَّمُ، ورجَبُ مضرَ الَّذي بينَ جُمادى وشعبانَ.

(بخاری: ۴۶۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے خطبے میں) فرمایا کہ دیکھو زمانہ پھر اپنی پہلی اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، تین تو لگا تار یعنی ذی قعدہ، ذی الحجۃ اور محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔

مساوات اور ہمہ گیری

اسلام دین فطرت ہے لہٰذا مصالح عامہ پر مبنی ہے، اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خاصیت مساوات اور ہمہ گیری بھی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں، اگر اسلام کبیسہ کے طریقہ کو گوارا کرلیتا تو رمضان کا مہینہ (ماہ صیام) کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم گرما

اور دن بڑے ہوتے ہمیشہ تنگی اور سختی میں پڑ جاتے اور باقی نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے، ہمیشہ کے لیے آسانی میں رہتے، روزہ کے علاوہ سفر حج کا بھی تقریباً یہی حال ہے، لہذا مساوات و جہانگیری کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہی ہو اور اسے کبیسہ جیسی انسانی اختراعات سے بھی پاک رکھا جائے۔

ہجرت سے آغاز: دنیا بھر کے مروجہ سنین کی ابتدا پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ کوئی سن کسی بڑے آدمی یا بادشاہ کی پیدائش، وفات یا تاجپوشی سے شروع ہوتا ہے یا پھر کسی ارضی یا سماوی حادثہ مثلاً زلزلہ، سیلاب یا طوفان کی تاریخ سے، ہجری کیلنڈر کو ہی یہ اعزاز وشرف حاصل ہے کہ اس کا آغاز دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر چلے جانے سے ہوا ہے، اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنا ایک بہت بڑی قربانی ہے اور ایسے اوقات میں ہر شخص کا دل بھر آتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے بھی ہجرت کے وقت مکہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور مجھے پیارا لگتا ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں نہ رہتا (ترمذی)

ظاہر ہے کہ ترک وطن پر انسان صرف اسی صورت میں آمادہ ہوسکتا ہے جب وہ انتہائی مجبور ہو یا کوئی عظیم مقصد اس کے پیش نظر ہو اور مسلمانوں کے لیے یہ عظیم مقصد دین اسلام کی سربلندی تھا اور ہجرت کے واقعہ کو ہجری تقویم کی بنیاد قرار دینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہر نئے سال کے آغاز پر یہ پیغام یاد رہے کہ انہیں اسلام کی سربلندی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔

ماہ شعبان کی فضیلت

اسلامی سال کا آغاز ماہِ محرم سے اور اختتام ماہِ ذوالحجہ پر ہوتا ہے، شعبان آٹھواں اسلامی مہینہ ہے جو رمضان المقدس سے پہلے آتا ہے، اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فضیلت عطا فرمائی ہے، جس کی عظیم وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مہینہ میں ماہِ رمضان کے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کی تیاری کا موقع ملتا ہے، رمضان جو اپنی برکتوں، رحمتوں اور عنایات ربانی کا موسم بہار ہے اس کی تیاری کا ماہِ شعبان سے شروع ہونا اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

رحمتوں، برکتوں، عطا اور بخشش کا ایک عظیم مہینہ ہمارے سامنے آنے والا ہے، جس کی فضیلت سے ہر مسلمان اچھی طرح سے واقف ہے، جسے رمضان کا مہینہ کہتے ہیں اور اس مہینے سے پہلے ہم شعبان کے مہینے میں چل رہے ہیں اس مہینے کی فضیلت بھی وارد ہوئی ہے، یہ مہینہ گویا کہ رمضان کا مقدمہ ہے، تین مہینے ایک کے بعد ایک آتے ہیں رجب شعبان اور رمضان اور ان تینوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے، رجب کے مہینے کی فضیلت کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ محترم مہینوں میں شامل ہے، شعبان کے مہینے کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اس مہینے کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب فرمائی ہے، رمضان کی فضیلت تو ہے ہی۔

کہا جاتا ہے کہ رجب کا مہینہ ہواؤں کے چلنے کا مہینہ ہے اور شعبان کا مہینہ بادلوں کے آنے کا مہینہ ہے اور رمضان کا مہینہ بارش کا مہینہ ہے، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رجب کا مہینہ کھیتی میں بیج ڈالنے کا مہینہ ہے اور شعبان کا مہینہ کھیتی میں پانی ڈالنے کا مہینہ ہے اور رمضان کا

مہینہ کھیتی کو کاٹنے کا مہینہ ہے۔

جب ہمارے گھر پر کوئی مہمان آتا ہے تو ہم اس کے لیے پہلے سے تیاری کرتے ہیں ہمارے پاس رمضان کا عظیم مہینہ ایک مہمان کی شکل میں آرہا ہے اس لیے ہمیں اس کی تیاری پہلے سے کرنی چاہیے اور اس کی تیاری کے لیے یہ شعبان کا مہینہ ہے۔

ہمارے سامنے تین دن ہیں، ایک وہ دن ہے جو گزر چکا یعنی کل کا دن اور ایک موجودہ دن ہے جس کے اندر ہم موجود ہیں اور ایک آنے والا دن ہے، جو دن گزر چکا اب وہ واپس نہیں آسکتا اس کے اندر ہم نے جو اچھے برے اعمال کیے وہ سب نامہ اعمال میں محفوظ ہو گئے جو اچھے اعمال کیے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر برے اعمال ہوئے ہیں تو توبہ اور استغفار کرنا چاہیے، ہمارے ہاتھ میں صرف یہ موجودہ دن ہے اس کے اندر ہم چاہیں تو اچھے اعمال کر سکتے ہیں اور چاہیں تو برے اعمال کر کے اپنی عاقبت خراب کر سکتے ہیں، اور جو آنے والا دن ہے وہ یقینی نہیں ہے، ہوسکتا ہے ہم اس سے پہلے موت سے مل جائیں، بالکل اسی طرح ان تین مہینوں کی حالت ہے، رجب کا مہینہ گزر چکا اگر ہم نے اس میں اچھے اعمال کیے تو بہت اچھی بات ہے اور اگر برے اعمال کیے تو صرف اب توبہ اور استغفار ہی ہے، اور جہاں تک موجودہ دن یعنی شعبان کی بات ہے تو وہ ہمارے ہاتھ میں ہے ہم اس کے اندر اچھے اعمال کر کے اللہ کو راضی کر سکتے ہیں اور گناہوں سے بچ کر اپنی آخرت کو سنوار سکتے ہیں، اور جہاں تک آنے والے دن یعنی رمضان کی بات ہے تو وہ یقینی نہیں ہے ہوسکتا ہے ہم اس تک پہنچیں اور ہوسکتا ہے ہم اس تک نہ پہنچیں، اس لیے اس شعبان کی صحیح طرح سے قدر کرنی چاہیے۔

شعبان کا لفظ شعبہ سے نکلا ہے اور شعبہ کام کے کسی حصے کو کہا جاتا ہے، یوں تو اللہ تعالی کی رحمت اور مغفرت کے تمام شعبے پورے سال ہی کام کرتے رہتے ہیں، لیکن شعبان کے اندر ان کے کام کو بڑھا دیا جاتا ہے، اس لیے بھی اس مہینے کو شعبان کہا جاتا ہے، شعبان کا لفظ پانچ حرفوں سے مل کر بنا ہے ش ع ب ا ن، علماء نے بیان فرمایا ش سے شرافت مراد ہے، ع سے علو مرتبہ مراد ہے، ب سے بر یعنی نیکی مراد ہے، الف سے الفت یعنی اللہ کی محبت مراد ہے، ن سے نور یعنی نور ہدایت مراد ہے، ان پانچ چیزوں کے پہلے حرف کو لے کر شعبان بنا دیا گیا گویا کہ جو بندہ اس مہینے میں اللہ کو راضی کرے گا تو اللہ تبارک وتعالی اس کو ان پانچ انعامات سے سرفراز فرمائیں گے، اللہ تعالی اس کے مرتبے کو بلند فرمائیں گے اس کو عزت اور شرافت سے سرفراز فرمائیں گے اور جسے اللہ تعالیٰ عزت عطا فرما دے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، اللہ تبارک وتعالی اس کے مرتبے کو بلند فرمائیں گے اور جس کے مرتبے کو اللہ تعالی بلند فرمادیں اس کو کوئی گرا نہیں سکتا، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اسے نیکی کی توفیق عطا فرمائیں گے اور جسے نیکی کی توفیق مل گئی وہ دنیا میں بھی کامیاب ہو گیا اور آخرت میں بھی کامیاب ہو گیا، اس کو اللہ تبارک وا پنی محبت عطا فرمائیں گے اور اللہ کی محبت کامیابی کا ضامن ہے، اور اللہ تبارک وتعالی ہدایت کا نور عطا فرمائیں گے، اور اگر ہمیں ہدایت مل گئی اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو گیا تو پھر ان شاء اللہ ہمارا بیڑا پار ہے۔

ماہ شعبان کی پندرھویں رات بہت فضیلت والی رات ہے، احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اور اسلاف امت بھی اس کی فضیلت کے قائل چلے آرہے ہیں، اس رات کو" شب براءت" کہتے ہیں، اس لیے کہ اس رات لاتعداد انسان

رحمت باری تعالیٰ سے جہنم سے نجات حاصل کرتے ہیں۔

شعبان کی فضیلت احادیث مبارکہ میں

عن أسامة بن زيد كانَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يصومُ يومينِ مِن كلِّ جُمعةٍ، لا يدَعُهما فقُلتُ: يا رَسولَ اللهِ، رأيتُكَ لا تدَعُ صومَ يومينِ مِن كلِّ جمعةٍ قالَ أيُّ يومَينِ؟ قُلتُ: يومَ الاثنينِ ويومَ الخميسِ، قالَ: ذاكَ يومانِ، تُعرَضُ فيهما الأَعْمالُ على ربِّ العالمينَ، فأُحبُّ أن يُعرَضَ عملي وأنا صائمٌ وما رأيتُ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يصومُ شهرًا، ما يَصومُ مِن شَعبانَ، فقُلتُ: يا رسولَ اللهِ، رأيتُكَ تَصومُ مِن شعبانَ، ما لا تَصومُ مِن غيرِهِ منَ الشُّهورِ قالَ هوَ شهرٌ يَغفلُ النَّاسُ عنهُ، بينَ رجَب ورمَضانَ، وهوَ شهرٌ ترفعُ فيهِ الأعمالُ إلى ربِّ العالمينَ، فأُحبُّ أن يُرفَعَ عملي وأنا صائمٌ۔ (مخب الافکار: 453/8) حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے دودنوں کا روزہ رکھتے تھے ان دونوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ ہفتے میں دو دنوں کا روزہ کبھی نہیں چھوڑتے، آپ نے پوچھا کون سے دو دن، میں نے کہا: پیر اور جمعرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دو دن ایسے ہیں جس میں بندوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل اللہ کے سامنے پیش ہو تو میں روزے کی حالت میں رہوں، اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مہینے میں اتنا روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ شعبان کے مہینے میں جتنا روزہ رکھتے ہیں کسی اور مہینے میں اتنا روزہ نہیں رکھتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب اور رمضان اُن دو عظمت والے مہینوں کے بیچ ایک ایسا مبارک مہینہ ہے جسے شعبان کہا جاتا ہے جس کی فضیلت و برکت سے لوگ غافل ہیں، اسی ماہ میں بندوں کے اعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، اسی لیے میں اس مہینے میں روزہ رکھنا پسند کرتا ہوں تاکہ حالت روزہ میں ہی میرا عمل میرے معبود کی بارگاہ میں پیش ہو۔

ماہِ شعبان عظمت والا مہینہ ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خصوصیت سے خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ (درمنثور: 334/1، مجمع الزوائد: 255/3، مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث 1396)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا۔

چونکہ یہ رمضان کا مقدمہ ہے، اس لیے اس میں رمضان کے استقبال کے لیے تیاری کی جاتی ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں رمضان کی تیاری کی ترغیب دی ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ

مُبَارَكٌ الحدیث(صحیح ابن خزیمہ) ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے مہینہ کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ قدر، تراویح، مغفرت باری تعالیٰ اور رمضان میں اہتمام سے کیے جانے والے خصوصی اعمال کا تذکرہ فرمایا۔

شعبان کی فضیلت اس بات سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چاند اور اس کی تاریخوں کے حساب کا بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (جامع الترمذی: 687، وقال الحاکم: صحیح علی شرط مسلم؛ المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث 1548)

ترجمہ: شعبان کے چاند (تاریخوں) کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھو تا کہ رمضان کا حساب ہو سکے۔

یعنی رمضان کے صحیح حساب کے لیے شعبان کا چاند اور اس کی تاریخوں کو خصوصیت سے یاد رکھا جائے، جب شعبان کی آخری تاریخ ہو تو رمضان کا چاند دیکھنے میں پوری کوشش کی جائے۔

ماہ شعبان میں روزے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، بلکہ رمضان کے بعد جس مہینہ میں روزوں کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے وہ یہی شعبان کا مہینہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ (صحیح البخاری: 1969، صحیح مسلم: 1156)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھنا شروع فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ رکھنا ختم نہ کریں گے اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ رکھنے پہ آتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ کبھی نہ رکھیں گے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان شریف کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُهُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ (جامع الترمذی: 736، سنن النسائی: رقم الحدیث 2180)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینہ سے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے علاوہ پورے شعبان کے روزے رکھتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو

پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔

بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینہ میں مکمل مہینہ کے روزے نہیں رکھتے تھے، انھوں نے سیدہ ام سلمہ والی حدیث کو اکثر پر محمول کیا ہے، کیونکہ اگر کوئی مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھے تو لغت میں بطور مبالغہ یہ کہنا جائز ہے کہ اس کے مکمل مہینہ کے روزے رکھے، جبکہ دیگر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ مختلف اوقات میں تھا، کچھ سالوں میں تو آپ سارا شعبان ہی روزہ رکھا کرتے اور بعض سالوں میں شعبان کے اکثر ایام کا روزہ رکھتے، پہلی رائے بہتر محسوس ہوتی ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ولا أعلم نبی اللہ ﷺ قرأ القرآن كله فی ليلة. ولا صلی ليلة إلی الصبح. ولا صام شهرا كاملا غير رمضان۔ (صحیح مسلم: 746) میرے علم میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے کبھی بھی ایک ہی رات میں پورا قرآن مجید ختم کیا ہو، اور صبح تک ساری رات ہی نماز پڑھتے رہے ہوں، اور رمضان کے علاوہ کسی اور مکمل مہینہ کے روزے رکھے ہوں۔

اسی طرح صحیحین میں سیدنا ابن عباس سے بھی مروی ہے: ما صام النبی ﷺ شهرا كاملا قط غير رمضان۔ نبی ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے نہیں رکھے۔

نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے کی تحقیق

جامع الترمذی میں روایت ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا (جامع الترمذی: 738) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کا مہینہ آدھا رہ جائے تو روزہ نہ رکھا کرو۔

اس جیسی روایت کے پیش نظر فقہاء کرام نے پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ قرار دیا ہے، البتہ چند صورتوں کو مستثنی فرمایا ہے کہ ان میں پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ صورتیں یہ ہیں:

1: کسی کے ذمہ قضاء روزے ہوں یا واجب (کفارہ وغیرہ کے) روزے ہوں اور وہ انہیں ان ایام میں رکھنا چاہتا ہو۔

2: ایسا شخص جو شروع شعبان سے روزے رکھتا چلا آرہا ہو۔

3: ایسا شخص کہ جس کی عادت یہ ہے کہ مخصوص دنوں یا تاریخوں کے روزے رکھتا ہے، اب وہ دن یا تاریخ شعبان کے آخری دنوں میں آرہی ہے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ایسی کمزوری کا خطرہ نہ ہو کہ جس سے رمضان کے روزوں کا حرج ہونے کا اندیشہ ہو۔ (درس ترمذی: 2/579)

نصف شعبان کے بعد روزہ کی کراہیت کی وجہ کیا ہے؟ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میرا تو ذوق یہ کہتا ہے کہ رمضان شریف میں جو جاگنا ہوگا اس شب کا جاگنا اس کا نمونہ ہے اور یہ صوم ایام رمضان شریف کا نمونہ

ہے۔ پس دونوں نمونے رمضان کے ہیں، ان نمونوں سے اصل کی ہمت ہو جاوے گی۔ پھر اس صوم کے بعد جو صوم سے منع فرمایا اس میں حقیقت میں رمضان کی تیاری کے لیے فرمایا ہے کہ جب شعبان آدھا ہو جائے تو روزہ مت رکھو۔ مطلب یہ کہ سامان شروع کرو رمضان کا یعنی کھاؤ، پیو اور رمضان کے لیے تیار ہو جاؤ اور یہ امید رکھو کہ روزے آسان ہو جائیں گے۔" (خطبات حکیم الامت: 7/391)

پندرہ شعبان کا روزہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها. فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا. فيقول ألا من مستغفر لى فأغفر له ألا من مسترزق فأرزقه ألا مبتلى فأعافيه ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر (سنن ابن ماجه: 1388)

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس رات قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے سے (لے کر صبح صادق تک) آسمانِ دنیا پر (کما یلیق بشانہ) نزول فرماتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں:" ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا؟ تو میں اس کو بخش دوں! ہے کوئی رزق کا طالب؟ میں اس کو رزق دوں! ہے کوئی مصیبت زدہ؟ میں اس کو مصیبت سے نجات دوں! ہے کوئی ایسا؟ ہو کوئی ایسا؟ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ اعلان صبحِ صادق تک جاری رہتا ہے۔"

(اسنادہ ضعيف و الضعيف يعمل به في فضائل الأعمال)

اس حدیث میں پندرہ شعبان کے روزے کا تذکرہ ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض (ہر مہینہ میں ۱۳، ۱۴، ۱۵) کے روزے بھی رکھا کرتے تھے، اور پندرہ شعبان بھی انہی تاریخوں میں سے ہے، ان وجوہ سے بعض علماء کرام نے پندرہ شعبان کا روزہ مستحب قرار دیا ہے، لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اسے سنت یا ضروری نہ سمجھا جائے۔

شعبان میں کثرتِ صیام کی حکمت

سیدنا اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ آپ جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہیں کسی اور مہینہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ذلك شهر يغفل الناس عنه، بين رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فيه الأعمال إلى رب العالمين، فأحب أن يرفع عملي، وأنا صائم۔ (النسائی: 2356) یہ ایسا مہینہ ہے جس میں لوگ غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں جو رجب اور رمضان کے مابین ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔

اللہ رب العزت عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العلمین ۔

أقول قولي هذا واستغفر الله لي ولكم ولسائر المسلمين، فاستغفروه إنه هو الغفور الرحيم ۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

@bazmekhateeb

اور شامل ہوجائیں

نوٹ: اس مواد کو تیار کرنے میں مختلف اہل علم کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اور اقتباسات نقل کیے گئے ہیں ۔